نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو ○ کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطوا

COMPLETE INSURANCE SERVICE

INCLUDING

LIFE, MORTGAGE PROTECTION, R.R.S.P., HOME OWNERS, COMMERCIAL AND AUTO

HAROON BHABHA

INSURANCE AGENCY

YORK MILLS RD. STE. 201, DON MILLS

Call 444 2072 OR 425 3146

MEMBER OF MUSLIM FRIENDS ASSOCIATION

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء

THE MESSENGER FORTNIGHTLY NEWSPAPER

پندرہ روزہ

پیغامبر

ٹورنٹو، کینیڈا

پبلشر و ایڈیٹر: سہیل اختر

فون نمبر Tel. (416) 267 8006

جلد ۵ شمارہ ۲۰

رپورٹ محمد سعادت اللہ

بھارت کے ۳۵ ویں یوم آزادی پر

۲۵ ہزار ہریجنوں نے برہمنوں کو قبولِ اسلام کا تحفہ پیش کیا!

نومسلم ہریجن اپنے علاقوں میں مساجد اور دینی مدرسے تعمیر کر رہے ہیں

ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام آج بھی ظلم و ناانصافی کے خلاف جدوجہد اور انقلاب کی علامت ہے!

ہندو بھارت میں چھوت چھات کی لعنت کئی ہزار برس سے موجود ہے اور اب تک پوری طاقت سے اس نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس کا شکار سب سے زیادہ نیچی جاتی کے لوگ یعنی ہریجن ہیں جنہیں اچھوت کہا جاتا ہے۔ ان بے چاروں پر آئے دن برہمنوں اور اونچی جاتی کے دوسرے ہندوؤں کی طرف سے ایسے ایسے مظالم ڈھائے جاتے ہیں کہ یہ تنگ آکر کبھی عیسائی بنتے ہیں اور کبھی بدھ مت اور اسلام میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ ۱۹۲۰/۲۱ء کی بات ہے، ایک امریکی مصنفہ کیتھرائن میو نے پورے بھارت کا دورہ کرنے کے بعد ایک شہرۂ آفاق کتاب مدر انڈیا لکھی۔ اس کتاب کے ذریعے پہلی بار بہت سے حقائق منظر عام پر آئے اور معلوم ہوا کہ مندروں، دیوی دیوتاؤں، رشیوں، منیوں، سنیاسیوں، راجوں اور مہاراجوں کے اس ملک میں بعض رسوم رواج ایسے بھی ہیں جن کو دیکھ کر انسانیت شرما جاتی ہے ان میں سے بعض قباحتیں اپنی اصلی صورت میں اس ایٹمی دور میں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح کی ایک قباحت چھوت چھات کا مسئلہ ہے جس نے بھارت میں ہریجنوں کی زندگی کو جہنم بنا کر رکھا ہے۔

گاندھی جی نے اس لعنت کے خلاف عمر بھر جہاد کیا مگر معاملہ وہیں کا وہیں رہا، اگرچہ گاندھی کی اپنی سیاسی مصلحتیں بھی اس تحریک کی تہہ میں موجود تھیں مگر اس میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ چھوت چھات کے دشمن تھے۔ شودروں کو ہریجن یعنی بھگوان کی اولاد کا نام گاندھی جی ہی نے دیا تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس نام سے عام ہندو جاتی کی ذہنیت اور سوچ کا انداز تبدیل ہو جائے گا۔ وہ ہر شام شودروں کی بستی میں پرارتھنا کے لئے جایا کرتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ شودروں کو اونچی جاتی نے کبھی قبول نہیں کیا۔ عام شودروں کو تو چھوڑیئے، وہ بیچارے تو کسی شمار و قطار ہی میں نہیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ شودر بھی اس تعصب اور نفرت سے نہیں بچ سکے۔ بھارت کو نیا آئین دینے والے دانشور اور ماہر قانون ڈاکٹر امبیدکر بھی ایک اچھوت تھے۔ لیکن اونچی جاتی نے اپنے اس محسن کو بھی معاف نہیں کیا، انہوں نے تنگ آکر کروڑ ہریجنوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ متفقہ طور پر بدھ مت اختیار کرلیں۔ اس پر بھارت میں زبردست کھلبلی مچ گئی تھی اور خود گاندھی جی کو مداخلت کرنا پڑی تھی۔

ابھی دو سال قبل اورنگ آباد میں فائرنگ سے کئی اچھوت نوجوان ہلاک کر دیئے گئے، جب بہار میں اچھوت وزیر اعلیٰ جگجیون رام کا تعینات کر دی گئی وہ اونچی جاتی کے لئے ناقابل برداشت تھے۔

جنوبی بھارت میں تازہ واقعہ یہ ہوا ہے کہ تامل ناڈو کے ایک گاؤں میناکشی پورم میں اچھوتوں کے کئی خاندان مسلمان ہو گئے ہیں بعض ذرائع کے مطابق ان کی تعداد ۹۰۰ سے زائد ہے، اتنے اچھوتوں کے مسلمان ہونے پر ہندو بہت سیخ پا ہوئے اور مسئلہ پارلیمنٹ تک جا پہنچا۔ جس پر مرکزی حکومت کو اس "واردات" کی تحقیقات کرانا پڑی۔ حکومت نے پسماندہ طبقوں اور قبائل کے امور کے ڈائریکٹر کو تحقیقات کے لئے میناکشی پورم بھیجا کیونکہ ہندوؤں نے الزام لگایا تھا کہ عرب ریاستوں سے "تبلیغ" کے لئے بھاری رقوم بھارت پہنچتی رہتی ہیں اور انہیں اچھوتوں میں رشوت کے طور پر تقسیم کیا جاتا ہے اور وہ دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں۔

تحقیقاتی افسر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ یہ الزام برائے الزام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہریجنوں نے کسی دباؤ اور لالچ کے بغیر خلوص اور رضا و رغبت سے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے، وہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے مسلسل مظالم سے تنگ آچکے تھے اور ان کے لئے تبدیلی مذہب کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ علاقے کے مسلمان رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ان اچھوتوں کو اپنے دکھوں کا مداوا صرف اسلام میں نظر آیا ہے ورنہ وہ عیسائی بھی ہو سکتے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے گاؤں کا نام رحمت نگر رکھا ہے۔ بھارت کی وزارت داخلہ کے وزیر مملکت شری یوگیندر مکوانہ نے تسلیم کیا ہے کہ تامل ناڈو میں ہریجنوں کے بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے کا ذمہ دار خود ہندو معاشرہ ہے اونچی جاتی کے ہندو اچھوتوں کو ہر ظلم کا نشانہ بناتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی املاک تک کو نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔

اب صنعتی شہر کانپور کے ۲۵ ہزار اچھوت

بقیہ صفحہ ۴ پر

گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنے کی کوششوں میں وقت برباد کرنے سے بہتر تھا۔ کہ پہلے ہی صحیح مارشل لاء نافذ کر دیا جاتا

تحریر ایم بی سکندر

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

مارشل لاء کی حکومت کو چار سال ہو گئے ہیں۔ ۷۷ء سے ۸۱ء آگیا۔ اگر سول حکومت ہوتی تو اب ایک اور عام انتخابات کے لئے مہم کی تیاریاں شروع ہو گئی ہوتیں۔ لیکن شاید پاکستان کو اب مزید کافی عرصہ تک انتخابات کی شکل دیکھنی نصیب نہ ہو۔ اگر ہوگی بھی تو مغربی جمہوریت کی شکل میں نہیں۔ مارشل لاء کی حکومت کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں۔ اصغر خان صاحب نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مارشل لاء قانون کی نفی کے مترادف ہے۔ پروفیسر غفور نے ایک دفعہ فرمایا، مارشل لاء کی حکومت کمزور ترین حکومت ہوتی ہے۔ زیر زمین تحریکیں زور پکڑتی ہیں اور دشمن ممالک بھی آنکھیں دکھاتے رہتے ہیں؟ عوام کبھی اس قسم کی حکومت کو پسند نہیں کرتے اور جب اس کا دور کافی طویل ہو جائے تو اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ مارشل لاء کی نااہلی نہیں بلکہ یہ تصور ہے کہ کسی بھی ملک کی فوج کا یہ منصب نہیں کہ نظم و نسق ایک لمبے عرصے تک سنبھالے رکھے۔ کیونکہ اس عمل سے عوام کی رائے کے مطابق دفاعی فرائض متاثر ہوتے ہیں۔ اور اس دوہری ذمہ داری کا بوجھ عموماً ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ لیکن جس طرح پاکستان اور کئی باتوں میں منفرد ہے۔ پاکستان کا مارشل لاء بھی اس سبب سے منفرد ہے کہ اس کی تمام تر توجہ عوام کے مسائل کی طرف مبذول رہی ہے اور دفاعی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا گیا۔ فرد واحد کی ذات میں اختیارات کا اجتماع سیاست کے آئین سے کوئی اچھی بات نہیں۔ لیکن اگر فرد واحد اپنا سب کچھ بھول کر ملک و قوم کی خدمت اور بے غرضی کو اپنا شعار بنا لے تو یہ طریق حکومت جمہوری انداز حکومت سے کہیں بہتر ثابت ہوتا ہے۔ جمہوری حکومت میں پارٹی غلطیاں کرتی ہے اور پارٹی میں ہر شخص خود کو اس غلطی سے بری الذمہ اور دوسرے کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ لیکن فرد واحد کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں ہے، سربراہ مملکت کو ہی ہر بُرے بھلے کام کی ذمہ داری قبول کرنا پڑتی ہے۔ موجودہ حالات میں بھی قوم کو ہر معاملے کے لئے صدر مملکت کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ اور وہ یہ سمجھ کر خاموش ہو رہتے ہیں کہ شاید اسی میں بہتری ہو۔ مارشل لاء حکومت نے سیاست دانوں کو عوام تک پہنچنے سے محروم کر رکھا ہے۔

عوام کو صرف حکومت کے یکطرفہ بیانات پر ہی اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ اس گھٹن کی برداشت عوام کے لئے اب بہت بڑا بوجھ ثابت ہو رہی ہے۔ اس لئے مختلف گوشوں سے پریس سنسر کے خلاف آواز بلند ہو رہی ہے۔ لیکن سنسر کے ہٹائے جانے کی ابھی کوئی امید نظر نہیں آتی پابندیوں اور باقی ماندہ سیاسی معاملات کے بارے میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہنوز روز اول والا معاملہ ہے۔ ملک کے لئے کس قسم کا سیاسی نظام موزوں رہے گا، اس پر مارشل لاء کے روز اول سے غور ہو رہا ہے۔ لیکن منزل ابھی کوسوں دور نظر آتی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے عہد جدید کا افتتاح کرتے ہوئے صدر مملکت نے کونسل کے ممبران سے کہا ہے کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کا خاکہ تیار کریں اور کونسل اقتصادی اور سماجی معاملات کے

بقیہ صفحہ ۷ پر

تازہ پھل، تازہ سبزیاں، خشک میوہ جات
اور تازہ مچھلیاں۔
ہر قسم کی دالیں، چاول اور انٹرنیشنل گراسری کیلئے

کیلسن لمیٹڈ

کو یاد رکھئے۔

261-2297

KEALSON LTD.
2501 Eglinton Ave. E., Scarborough

MUSLIM FRIENDS ASSOCIATION

538 DANFORTH ROAD, SCARBOROUGH, ONTARIO, CANADA M1K 1C6

مسلم فرینڈز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ٹورانٹو اور گرد و نواح میں تین مدرسے کھولے جا چکے ہیں جہاں بچوں کو قرآن پاک اور اردو کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ مزید معلومات کیلئے درج ذیل نمبروں پر رابطہ قائم کریں۔

حافظ انگار 429-6824   بیگم اختر 267-8006   ممتاز خان 423-9771

اظہر شیخ 265-3408   شمس الزمان بٹ 676-9329

(عنقریب WEST HILL میں نئے مدرسہ کا افتتاح ہو رہا ہے)

خوشخبری

شمالی امریکہ میں پہلی مرتبہ حسن قرأت کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ قاری حضرات سے التماس ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ میں شرکت کرنا چاہیں تو فوراً ان نمبروں پر فون کریں۔ حافظ انگار 429-6824
ادارہ پیغامبر 267-8006 یا مسلم فرینڈز ایسوسی ایشن 265-3408

HIRE A DISABLED PERSON AND BE HELPED

اگر آپ ایسے آجر ہیں جسے ہنرمند اور باصلاحیت شخص کی تلاش ہے تو معذور شخص کی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیے۔

معذوروں میں بہت ایسے ہیں جو تجارت کے مختلف امور، کارخانے اور دوسرے پیشے جات تجربہ کار ہیں وہ لوگ سرگرم خود اعتماد اور بہت سے امور میں عام اوسط آدمی سے بہتر ہیں۔

کسی بھی خاص کام کیلئے بہترین شخص کے انتخاب کیلئے ہم آپ کی مدد کر اس طرح تیار ہیں کہ:

۱۔ ہم درخواستوں کی چھان بین کر کے یہ بتلائیں گے کہ کون کس کام کیلئے مناسب ہے۔

۲۔ ان کی صلاحیتوں اور کام کرنے کی حدود کی وضاحت کیلئے مفید معلومات کا بہم پہنچانا۔

۳۔ آزمائشی کام کا عرصہ جس کا آپ کو کوئی خرچہ نہیں دینا پڑے گا۔

۴۔ اگر ضرورت ہے تو نوکری کے ساتھ ٹریننگ جس کی فیس منتظم کے اجرت کے تحت ادا کی جائیگی۔

۵۔ کام پر استقلال کے ساتھ بھی رہنا۔

۶۔ مشینوں میں تبدیلی کیلئے مالی امداد تاکہ معذور لوگ مشینوں پر کام کرنے میں سہولت ہو۔

اونٹاریو کے بڑے بڑے شہروں میں ووکیشنل ریہیبلیٹیشن کنسلٹنٹ موجود ہیں جو آپ کی ضرورت کے تحت اسٹاف کی تلاش یا ان کی ٹریننگ کا انتظام کر سکتے ہیں۔ مزید معلومات یا مفت کتابچہ "The Staff You Need," کیلئے فون کیجئے (416) 965-7252 یا درج ذیل پتہ پر لکھئے۔

Vocational Rehabilitation Service,
Communications Branch, 7th Floor, Hepburn Block,
Queen's Park, Toronto, Ontario M7A 1E9.

حکومت اونٹاریو — عوام کی خدمت کیلئے کوشاں

International Year
of Disabled
Persons

1981

Ministry of Community
and Social Services

Ontario

Frank Drea, Minister

William Davis, Premier

ضرورت رشتہ

۳۶ سالہ پاکستانی، خوبرو، تعلیم یافتہ، امیگرینٹ، پروقار سنی خاندان کی خاتون کیلئے ۴۰ سالہ سے زائد عمر کے شریف النفس کا رشتہ درکار ہے۔
صرف سنجیدہ حضرات درج ذیل فون نمبر پر چھ بجے شام کے بعد رابطہ قائم کریں۔
فون نمبر 292-2395 ٹورانٹو

بیرون ملک ملازم پاکستانی بھائیوں کیلئے بے حد اعلیٰ معیار کے رشتے موجود ہیں۔ جلد شادی کرنے والے فوراً لکھیں۔
نازلی معین
۱۸۹ اسیکٹر ۳۲-ڈی
کورنگی نمبر ۲، کراچی۔ پاکستان

کیلگری میں مقیم، عمر ۲۸ سال سید (شیعہ) گھرانے کی دوشیزہ کیلئے امیگرینٹ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی گریجویٹ ہے۔
حسینی
معرفت پیغامبر

۲۷ سالہ نوجوان، تعلیم یافتہ، برسر روزگار، ٹورانٹو میں مقیم کیلئے اچھے خاندان کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ حیدرآباد دکن کی لڑکی کو ترجیح دی جائے گی۔ فوری طور پر رابطہ قائم کریں۔
م۔ الف۔ معرفت پیغامبر

کرنیں

خالدہ رشید ــــــ
دل ایک ایسی بستی ہے جس کے حقیقی ملکیت یا خرکت بیرے خود انسان کو حاصل ہوتے ہیں کہ جسے چاہے اس بستی میں بسا لے۔ اس بستی میں اگر وہ خدا کو بسانے تو پھر یہ بستی ساری دنیاوی بستیوں سے کہیں زیادہ اعلیٰ و ارفع ہو جائے گی۔

محمود حسین ــــــ
فی الواقع اللہ کی نافرمانی اور اس کے عذاب کے درمیان اتنا فاصلہ بھی حائل نہیں ہے جتنا آگ میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے جل جانے کے درمیان ہوتا ہے۔ آخر ایک حرکت قلب یا زیادہ سے زیادہ ایک سانس کے سوا دونوں کے درمیان کیا چیز حائل ہے؟ ادھر حرکت قلب اور سانس بند ہوئی اور ادھر خدا کا عذاب سامنے موجود ہوا۔

ایم صادق ملک ــــــ
ان کے پاس دماغ ہیں مگر سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں مگر اس سے بھی گئے گذرے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔

محمد احسان ــــــ
بعض اوقات ایک لمحہ کے لئے اپنے گریبان میں جھانک لینا زندگی بھر کے تجربے سے اچھا ہوتا ہے۔

محمد انور ــــــ
بارش کا ایک قطرہ بادل سے ٹپکا سمندر کی وسعت دیکھ کر شرمندہ ہوا سوچا اتنے وسیع سمندر کے سامنے میری حیثیت کیا ہے جب اس قطرے نے خود کو حقیر جانا تو سیپ نے اسے محبت سے اپنی آغوش میں لے لیا۔ زمانے کی گردش نے اسے بادشاہ کے تاج کا موتی بنا دیا۔ اس نے یہ عظمت پستی کی بدولت پائی۔

گل محمد ــــــ
بڑا آدمی بننے کے لئے ایسا نصب العین سامنے رکھو جس کا تعلق ملک کے حقیقی مفاد سے ہو۔ پھر دل و جان سے اس کے حصول کے لئے کوشاں رہو۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے تم پرواہ نہ کرو اور مسلسل کام کئے جاؤ۔ کسی کی ناجائز طرفداری نہ کرو اور نہ کسی کو دھوکہ دو۔ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھو بلکہ حقیر اور بے وسیلہ جانو مگر کسی غیبی مدد کے منتظر رہو یقیناً تم ایک دن بڑے آدمی بن جاؤ گے۔

محمد اشرف ــــــ
تمہاری سوچ تعمیری ہونی چاہیے۔ ہمیشہ مثبت انداز سے سوچو، منفی سوچیں زندگی کو گھن کی طرح چاٹ لیتی ہیں۔

محمد سرفراز ــــــ
اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ اور نہ ان پر خفا ہو ان کے ساتھ ادب سے بولو۔ اور ان کے لئے اطاعت کے بازو جھکاؤ۔

نجمہ ــــــ
زندگی ایک ایسا باغ ہے جس میں خوشی دکھ، پریشانی، غم اور مسرت کے درخت ہیں۔ جس طرح کسی ایک پھل سے جسم کا نشوونما نہیں ہو سکتی، اسی طرح زندگی بھی صرف خوشی، دکھ، پریشانی، غم یا مسرت کے سہارے نہیں گذاری جاتی۔ جیسے ہر قسم کے پھل کھانے سے جسم کی درست نشوونما ہوتی ہے۔ اسی طرح سے خوشی اور دکھ یا غم اٹھائے بغیر زندگی کا صحیح لطف نہیں آتا۔

سچی باتیں

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم)

نہج البلاغۃ خود تو اس وقت سامنے نہیں، البتہ اس کا ایک ترجمہ کوئی ۱۱، ۱۲ سال ہوئے بمبئی میں شائع ہوا تھا، امید ہے کہ ترجمہ صحیح ہوگا۔

کتاب لہ علیہ السلام — حضرت علی نے اپنے اور اہل صفین
کتبہ الی اہل امصار یقتص فیہ — (جماعت امیر معاویہ) کے نزاعات
ما جری بینہ وبین اہل — سے متعلق جو فرمان ملک بھر میں شائع
الصفین — کرایا تھا وہ حسب ذیل ہے کہ

یہ عنوان تھا عنوان کتنا دلچسپ اور اشتیاق انگیز! ــــ خلافت کے بانیوں سے متعلق کیا کچھ اشتعال انگیز ہی ہوگی! ــــ بیشک توقع تو یہی ہوتی ہے اب اصل فرمان پڑھیے اور دنیا سے طلبگار ہے واقعہ کہاں تک اندازہ کا ساتھ دیتا ہے! ــــ

وکان بدء امرنا ان التقینا — ہمارے معاملہ کا آغاز یوں ہوا
القوم من اہل الشام والظاہر — کہ ہم اور اہل شام یعنی فریق امیر
ان ربنا واحد ونبینا واحد — معاویہ آپس میں لڑ پڑے اور
ودعوتنا فی الاسلام واحد — یہ یقینی ہے کہ ہمارا ان کا خدا ایک

ہے ہمارا ان کا پیمبر ایک ہے اور ہمارا ان کا کلمۂ اسلام ہے۔

ــــــ

یہ کیا! نہ لعنت نہ سب وشتم ان جان کے دشمن اور خون کے پیاسوں تک کے لیے اور یہ کہ یہ کافر ہیں مردود ہیں منافق، مرتد ہیں، دین سے باہر نکل چکے ہیں دین سے خارج ہو چکے ننگ انسانیت درندے ہیں بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہیں کندۂ جہنم ہیں پرستار ابلیس ہیں بلکہ یہ ہے کہ ہمارا ان کا دین ایک ایمان ایک عقیدہ ایک اور آگے چلیے شاید کہ آگے کچھ مل جائے۔ چلیے۔

لا نستزیدہم فی الایمان باللہ — خدا اور رسول پر ایمان رکھنے
والتصدیق برسولہ ولا یستزیدوننا — میں نہ ہم ان سے زیادہ نہ وہ ہم
فالامر واحد الا ما اختلفنا — سے زیادہ! غرض اور تو ہر طرح
فیہ من دم عثمان ونحن منہ — ایک ہیں صرف خون عثمان کے باب
براء — میں ہمارا ان کا اختلاف ہو رہا ہے وہ

قصوروار سمجھتے ہیں حالانکہ ہم اس سے بالکل بری ہیں!

لیجیے اللہ اللہ خیر صلا! تکفیر کیسی تفسیق تک نہیں، سب بھائی بھائی! اجزاء ایمان میں نہ ان کو ان پر فضیلت، نہ انہیں ان پر برتری! ــــ اختلاف کل ایک چیز میں جس کا تعلق نہ کسی عقیدہ سے نہ ایمان کے کسی جزو سے بلکہ صرف ایک عملی قانون سے، قتل خلیفہ مرحوم کی ذمہ داری و عدم ذمہ داری سے! ایک تمامتر اجتہادی معاملہ ہے!

سنی اور وہابی سنی اور بدعتی! مقلد و غیر مقلد، نیچری و غیر نیچری اور لیگی و غیر لیگی، جتنی جوڑیں ہمارے ہاں پیدا ہو چکی ہیں کوئی بھی اس اسوۂ حسنہ سے سبق لے گا؟

عہ ۱۹۲۵ء میں سلطان ابن سعود کے تسلط حجاز کے وقت جب لیگی و غیر لیگی کے سلسلہ میں مسلمانوں میں شدید جدال بلکہ قتال کی نوبت آ گئی تھی اس وقت دونوں مخالف گروہوں کے لیے یہ نام وضع ہوئے تھے۔

گوہر پارے

انتخاب: ...

● میں مردوں کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں آیا لیکن نادان کی اصلاح سے عاجز آ گیا۔ (حضرت عیسیٰؑ)

● اللہ کے عذاب سے اتنا ڈرو کہ اس کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ اور اس کی رحمت سے امید رکھو اتنی نہ رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف ہو جاؤ۔ (حضرت علیؓ)

● ایک عالم کی لغزش ایک عالم کی لغزش ہے۔ (حسن بصری)

ایک امریکی سمندری جہاز ... [illegible] ... (حضرت ...)

پیغامبر

THE MESSENGER

SOHAIL AKHTAR Tel. (416) 267-8006

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

اکتوبر ۱۹۸۱ء | ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

دانت - داڑھی - اور

حج کمیٹی

ایک خبر ہے کہ آئندہ ماہ برطانوی ملکہ الزبتھ کے دورۂ سری لنکا کے موقع پر انہیں خاص طور پر مہاتما بدھ کا ایک دانت دکھایا جائے گا۔ یہ دانت مندر میں حفاظتی ڈبوں کے اندر رکھا رہتا ہے اور مذہبی تقریبات کے موقع پر اس کی نمائش کی جاتی ہے ــــ سمجھ میں نہیں آتا کہ ملکۂ برطانیہ گوتم بدھ کے دانت کو دیکھ کر اپنے کس جذبے کی تسکین کریں گی ــــ ہم تو اپنے دانتوں میں انگلی دبا رہے ہیں۔ ہمیں دوسروں سے کیا واسطہ۔ ہمارے اپنے گرد بھی بے شمار ہستیاں دانت پیسنے ہوئے، دانت سے دانت بجا رہے ہیں اور جب دانت میں سلسلہ شروع ہوتا ہے تو دانت کاٹی روٹی سے اتنا دانت کٹکٹاتے ہیں کہ دانت کریدنے کو تنکا تک باقی نہیں رہتا ــــ اور جب ہم دانتوں میں تنکا لیکر دانتوں سے اپنے ہاتھ کاٹتے ہیں تو وہ دانتوں سے داڑھیاں دبانا شروع کر دیتے ہیں ــــ آخر ہمارا قصور کیا ہے؟ ہم نے تو حج کمیٹی سے صرف ایک سوال کیا تھا۔

VISIT US
FOR
best quality
INDIAN GROCERIES,
FRESH VEGETABLES,
NUTS, SPICES ETC.

گروسری، تازہ سبزیاں اور مصالحہ جات
نہایت ہی سستے داموں پر خریدنے کیلئے
ہمارے ہاں تشریف لائیں

Pirri's Dixieland Market Limited
FRESH FRUITS — VEGETABLES — FLOWERS

Retail: 1166 Pharmacy Ave. (at Lawrence) Scarborough.
Phone: 759-8473

Wholesale: 1852 Birchmount Rd. (1 block N. of Eglinton Ave.), Scarborough, Phone: 759-5214

بقایا
قبولِ اسلام
صفحہ اول سے آگے

بھارت کے ۳۲ ویں یوم آزادی (۱۵ اگست) پر اسلام یا عیسائیت قبول کر رہے ہیں۔ خیال ہے اسلام قبول کرنے والوں کا تناسب ۸۰ فیصد ہوگا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ شمالی بھارت میں اچھوت اتنی بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے ہیں۔

آنجہانی سکولاسٹر کے علاوہ ری پبلکن پارٹی آف انڈیا کے صدر بال کرشن نے نہایت واضح الفاظ میں کہا ہے کہ اونچی ذات کے ہندوؤں نے ہریجنوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ انہوں نے عرب ریاستوں کی امداد کے الزام کی مرکز تردید کی ہے اگرچہ مسز اندرا گاندھی نے ایک پریس کانفرنس میں اچھوتوں کے تبدیلی مذہب پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے عرب ریاستوں کی مالی امداد کا حوالہ دیا اور کہا کہ بعض نامعلوم ذرائع سے دیگر مقاصد کے لئے بھی رقوم آ رہی ہیں۔ بھارت کے مسلم اخبارات نے اس کا سخت نوٹس لیتے ہوئے مسز گاندھی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس کی وضاحت کریں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج لاکھوں بھارتی عرب ریاستوں میں بے شمار دولت کما رہے ہیں اور عربوں کی سرمایہ کاری سے خود بھارت کے اندر کتنے ہی کارخانے کام کر رہے ہیں لیکن کسی اچھوت کے اسلام قبول کرنے پر ہی انہیں سرمایہ نظر آتا ہے۔ جنتا پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ ابراہیم سوامی نے کہا ہے کہ میناکشی پورم کی آبادی کے نصف کا اسلام قبول کرلینا اس پیچیدہ سماجی نظام کا انتہا ہے جس میں ہریجن آبادی کے چند سماج میں ہندو کی حیثیت سے رہنے کے ہر امکان کو ات مار دی ہے۔

ہریجنوں کے قبول اسلام نے اس دور میں بھی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جن سے یہ احساس ہوتا ہے کہ اسلام اپنی تعلیمات اور ان کے اثر کے باعث کس طرح ذہن و نظر میں ایک انقلاب آفریں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور کس طرح انہیں معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے اور بے کس لوگوں کی سطح سے اٹھا کر عزت و وقار کا ایک مرتبہ دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند چشم دید واقعات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی بھارت کے معروف عالم دین ہیں حق کیلئے ہمیشہ کمربستہ رہتے اور دور دراز علاقوں میں جانے کی مسلسل کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ مولانا صاحب کا تعلق اگرچہ شمالی ہند سے ہے لیکن جب سے جنوبی ہند میں ہریجنوں کے کثیر تعداد میں قبول اسلام کے واقعات رونما ہونے شروع ہوئے ہیں آپ لگاتار انہی علاقوں کے دورے پر ہیں حال ہی میں موصوف نے اپنے تاثرات دہلی کے مشہور اخبار سہ روزہ "دعوت" میں چھپوائے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے

ہمارا وفد سب سے پہلے ان دیہاتوں کے لئے روانہ ہوا جہاں قبول اسلام کی لہر آئی ہوئی ہے۔ جب ہماری گاڑی اساملسی نامی بستی میں پہنچی تو ابھی ہم سڑک پر ہی تھے کہ نومسلم بھائیوں کو خبر ہو گئی اور اپنے اجنبی مسلمانوں کے استقبال کے لئے ہماری کار کو گھیر لیا۔ ہم نے دیکھتے ہی محسوس کر لیا کہ یہ کون لوگ ہیں باوجود اس کے کہ ہم ان کی زبان نہیں سمجھ رہے تھے اور نہ وہ ہماری زبان سمجھتے تھے لیکن ان کی لبت بھری نگاہیں جو عقیدت پیش کر رہی تھیں اسے ہر شخص سمجھ رہا تھا اور اس کی ترجمانی کرنے کی ضرورت نہیں تھی

انما المومنون اخوۃ (سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں) ایک حقیقت ہے اور یہ بھی اسلام ہی کا دین ہے اور ان میزبانوں نے ابھی چند دن پہلے مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ ہمیں ایک سمبر میں چھپایا۔ اس گاؤں کے ایک صاحب نے اپنے پکے پکے مکان کا ایک برآمدہ مسجد بنا دیا ہے ابھی اس کا کچا فرش اور تنگ جگہ ہے تاہم اسے اور وسیع کیا جا رہا ہے۔ وفد کے ایک ساتھی جو تامل زبان کے ماہر ہیں ان سے محو گفتگو ہوئے اور ہم سنتے رہے۔ کبھی کبھی ان کے تاثرات اردو زبان میں ہم سے بیان کرتے جوہ ہیں "جب سے ہم نے اسلام قبول کیا ہے ہم باعزت ہو گئے ہیں اور اعلیٰ ذات کے وہ ہندو جو ہمیں اچھوت سمجھ کر حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اب وہ ہمیں عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان کو برا نہ کہو یہ مسلمان ہو گئے ہیں"

ہم نے ان کے سارے ساتھی جاننے کی کوشش کی انہوں نے پنجاب سے واسطہ یہ پیش کیا کہ ہمارے پاس نہ کوئی مسجد ہے اور نہ کوئی مدرسہ ہے اور ہم لوگ زمین حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس میں جلد کامیابی کی امید ہے اور اس گاؤں کے ایک بزرگ اسلامی سنٹر پور سے فارغ ہو کر آ چکے ہیں جو مقامی لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرا رہے ہیں اور پانچ نوجوان اسلامی سنٹر میں اس وقت زیر تعلیم ہیں جن سے میری ملاقات بھی ہو چکی ہے ان نوجوانوں کی تعلیم چھ مہینے میں مکمل ہو جائے گی اور پھر وہ اپنے اس گاؤں میں مزید تعلیم پھیلا سکیں گے۔

ہم اس گاؤں کی مسجد میں تھے اور گفتگو تھے کہ پانچ نوجوان نہا دھو کر کپڑے بدل کر ہمارے پاس آگر دو زانو بڑے ادب سے بیٹھے اور عرض کیا کہ ہم کو مسلمان بنا دیجئے۔ وہ اسلامی لٹریچر کا چرچا ہم بہت دنوں سے سن رہے تھے اب اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ہم نے ان کی عمر دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سب ۲۵ سال کے اندر ہیں اور سب کے سب تعلیم یافتہ ہیں ہائی اسکول اور جونیئر ہائی سکول پاس ہیں۔ مجھے اپنی خوش قسمتی پر رشک آ رہا تھا کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی جو شاید کبھی حاصل نہ ہو سکتی تھی ان سب کو کلمہ طیبہ پڑھایا اب یہ نوجوان چند ہی منٹ کے بعد عبداللہ، محمد خالد، محمد سلیمان، عبدالمالک اور محمد صابر ہو گئے۔

تبدیلی مذہب کا فیصلہ معمولی فیصلہ نہیں ہے بہت سے معاشی اور معاشرتی مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کا مقابلہ خاصا دشوار ہوتا ہے۔ اسی نقطہ نظر سے میں نے ان نوجوانوں سے سوال کیا کہ کسی کی شادی بھی ہوئی ہے؟ معلوم ہوا کہ صرف عبداللہ شادی شدہ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کی بیوی کا کیا ہوگا؟ انہوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے وہ میری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں۔ قبول اسلام کے بعد ان نوجوانوں کے چہرے سے مسرت و شادمانی کے آثار ٹپک رہے تھے۔ جنہیں ہر شخص محسوس کر رہا تھا۔

یہ تمام کارروائی مکمل کرنے کے بعد ہریجن نومسلموں نے چاہا کہ ہماری تواضع کی۔ مسلمان علاقے کی اس ہریجن بستی میں جانے کا مل جانا بھی ہمارے لئے خوشی کی بات تھی۔ یہاں سوا بارہ بجے تک مکمل کارروائی مکمل کی گئی اور پھر ہم تری سنگلم ہوتے ہوئے کوراچوری پہنچے اس بستی کے بہت لوگ مشرف با اسلام ہو چکے ہیں۔

یہ لوگ اپنی تبلیغ میں صرف ایک ہی پہلو سامنے رکھتے ہیں وہ یہ کہ اسے لوگو تم اسلام قبول کرو۔ انہیں خود اسلام کے بارے میں پوری معلومات نہیں ہوتیں لیکن تبلیغ کا جذبہ بہت گہرا ہوتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو تاکہ انہیں دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہوں۔

اس گاؤں میں ایک ڈاکٹر صاحب ہیں ان کا نام پہلے ڈاکٹر منوہر تھا اب ان کا نام ڈاکٹر منور علی خان ہے۔ یہ مشہور ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں اور اونچے سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔ قبول اسلام کے نقصان کا معہ دور دراز اور غیر پسندیدہ علاقے میں تبادلہ کر دیا گیا ہے لیکن وہ اس پر بھی خوش ہیں اور اپنے فارغ اوقات میں برابر تبلیغ اسلام کرتے رہتے ہیں۔

ایمان کی شرط

ایمان کی شرط اولین حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جب تک یہ محبت کی شان پیدا نہ ہو صاحب ایمان نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم امت محمدیہ سے بھی ضرور محبت کریں کیونکہ آپ کو اپنی امت سے بے انتہا محبت تھی اور اب بھی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے لہٰذا رسول اللہ سے محبت کرنے والا امت محمدیہ سے بھی ضرور محبت کرے گا جب امت محمدیہ سے محبت ہوگی تو ہماری مثال اس جسم کی سی ہوگی جس کے ایک عضو میں اگر تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن اس کو محسوس کرتا ہے اور جب تک اس تکلیف کو دور نہیں کر لیتا اس کو چین نہیں آتا۔

(صفدر احمد واحدی)

حضرت ابوہریرہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہ دی تو قیامت کے روز اس کا مال اس کے لئے سانپ بن جائے گا اس کے سر پر بال اور آنکھوں پر دو نقطے ہوں گے اور پھر یہ سانپ اس کے گلے میں ہار کی طرح ڈالا جائے گا اور وہ سانپ اپنی زبان سے کہتا ہوگا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا جمع کردہ خزانہ ہوں۔

ونٹاریو تبدیل ہو چکا ہے
اب ہر ٹکٹ جیتنے کے مزید
ایک ہزار مواقع فراہم کرتا ہے
کیونکہ صرف ونٹاریو جانتا ہے کہ
ایک یا دو نمبروں سے بڑا انعام
نہ حاصل کرنے پر کیسا محسوس ہوتا ہے — اور صرف
ونٹاریو اس سلسلہ میں کچھ کر رہا ہے۔

ونٹاریو۔
اب بہت قریب سے محسوب کیا جاتا ہے

PRINTING

• عید کارڈ • شادی کارڈ • سہرا • دعوت نامے • لفافے
• لیٹر ہیڈ • فائل کور • ہر سائز کے ڈبے • لیبل • بزنس کارڈ
• ناول اور رسالہ • پمفلٹ وغیرہ کی

چھپائی کیلئے ہمیں خدمت کا موقع دیجئے

نوٹ: اردو چھپائی کیلئے کتابت کی سہولت مہیا کی جاسکتی ہے

آج ہی فون کیجئے

محمد فاروق 368-4067 666-2822 ٹورنٹو

ALAM FIVE STAR Co.
727 KING ST., WEST, TORONTO, ONT. M5V 1M9

مکان ہو یا دکان

ہر قسم کی پراپرٹی کی خرید و فروخت کیلئے ہم آپ کو بہترین مشورہ دیتے ہیں۔ آج ہی مکمل لسٹ کیلئے فون کریں یا خود ملیں

20th YEAR
REAL ESTATE SERVICE
"in a business - like way!"

SCARBOROUGH
2200 LAWRENCE E.
(White Shield Plaza)
Bus. 751-5533
Res. 291-1805

ادب کے اٹھائی گیرے

کرامت اللہ شیخ

ہمارے مضمون کا عنوان ادب کے باوا آدم یا ادب کے ٹھیکیدار ہوتا۔ تو شاید کچھ بات بن جاتی کیونکہ ہم نے ادب کے ٹھیکیدار تو دیکھے ہیں اور ادب کو بھی سر عام نیلام ہوتے دیکھا ہے بلکہ کبھی کبھی تو ادیب کو خود بھی بکتے دیکھا ہے لیکن یہ "ادب کے اٹھائی گیرے" کون ہوتے ہیں؟ کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ ان کے متعلق کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ جب ہم نے ایک بزرگ ادیب سے ان کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ ایک شاعر صاحب تھے جو اٹھائی گیرے تھے اور ان کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جب انہیں کسی مشاعرہ میں کوئی غزل وغیرہ پڑھنا ہوتی تھی تو اساتذہ کی غزلیں جمع کرتے اور پھر ہر غزل میں سے ایک ایک شعر [illegible] کرتے اور اس طرح [illegible] نئی غزل تیار [illegible] سے پڑھتے اور داد وصول کرتے۔ اتفاق سے ان کی [illegible] مشہور مشاعرہ میں [illegible] صاحب اقبال [illegible] ذوق کا ہے۔۔۔۔ [illegible] انکساری [illegible] یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے [illegible]

کہاں استاد ذوق اور کہاں یہ ہیچ ناچیز! اور [illegible] کے بعد داد وصول کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ جب ان کی [illegible] میں آ گئی تو [illegible] کا ہمیں [illegible] معاوضہ [illegible] صاحب نے ہمیں ہی اس مذاکرے کے لئے کیوں منتخب کیا؟ آخر [illegible] بھی [illegible] ادیب تھے۔ سیکرٹری صاحب [illegible] دعوت دے سکتے تھے! کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بھی ان اٹھائی گیروں سے کوئی تعلق ہے؟ یا پھر ہمیں بھی اٹھائی [illegible] لیا گیا ہے؟ اور پھر یہ سیکرٹری کا کیا اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے؟ حالانکہ ہم نہ اٹھائی گیرے ہیں اور نہ ہی ان کے بھائی بند! لیکن جب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیا تو پھر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ سیکرٹری صاحب نے بڑے خوبصورت اور لطیف پیرائے میں ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دراصل جو ادب ہم تخلیق کرتے ہیں۔ وہ بھی دراصل "اٹھائی گیروں" والا ادب ہی معلوم ہوتا رہا اور ہمیں یہ موقع دراصل اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے دیا گیا ہے لیکن یہ ہمارا اور سیکرٹری صاحب کا معاملہ ہے آپ اس میں دخل دینے والے کون؟ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی بات اٹھائی گیروں کی ہو رہی تھی جب ہم نے اس مسئلے پر مزید غور کیا معلوم ہوا کہ اٹھائی گیرے تو ہماری بغل میں ہیں اور ہم ڈھنڈورا شہر میں پیٹ رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے پڑوسی مرزا جھبلا کو ہی لے لیجئے، جھبلا صاحب کو لکھنے پڑھنے کا بڑا شوق ہے ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھتے اور پڑھتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ نیک تمنا بھی رکھتے ہیں کہ اگر خداوند کریم نے توفیق دی۔ تو وہ بھی کبھی ملک کے نامور ادیبوں کی صف میں کھڑے ہوں گے اور لکھنے کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ مرزا صاحب ایک کہانی۔ فلمی کہانی۔ لکھ کر [illegible] مرزا صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم اردو ادب پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں، وہ فرمانے لگے، دیکھئے کیسی کہانی لکھی ہے اس کو پڑھ کر ایک دفعہ تو ڈائریکٹر بھی پھڑک اٹھے گا جھبلا صاحب کی کہانی پڑھی تو انکشاف ہوا کہ جھبلا صاحب نے اس فلم کا چربہ کیا ہے، جو گزشتہ ہفتے ہم دونوں نے اکٹھے دیکھی تھی۔ ہم نے اس خیال سے کہ جھبلا [illegible] کہیں ہمارا ہی جھٹکا نہ کر دیں ڈرتے ڈرتے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کہانی کسی فلم سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ وہ تو ٹھیک ہے جی لیکن [illegible] بھی تو کسی سے متاثر ہو کر کہانی لکھتے ہیں۔ جب ہم نے اپنا وار خالی جاتے دیکھا۔ تو ذرا [illegible] کہا بات تو آپ کی ٹھیک ہے جھبلا صاحب۔ لیکن یہ تو اسی فلم کی کہانی ہے جو ہم نے آپ کے ساتھ گزشتہ ہفتے دیکھی تھی!

"اجی اس فلم اور اس کہانی میں بہت فرق ہے مثلاً اس میں دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی جب کہ میری کہانی میں ایک لڑکی اور دو لڑکے ہیں!"

اس پر ہم نے جلدی کر دی کہ چھوڑیں جی مرزا صاحب آپ الجھا کیوں گئے ہیں، بات تو آپ وہی کر رہے ہیں۔۔۔ یہ کہانی چرائی گئی ہے۔ بس پھر کیا تھا جھبلا صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور فرمانے لگے میں آپ کو بڑی اچھی طرح سے جانتا ہوں بڑے آئے ہیں کہانی لکھنے والے۔ آپ کی سب کہانیاں چوری کی ہوتی ہیں بعض انگریزی ناولوں سے اور بعض انگریزی فلموں سے۔ مجھے آپ تو ہم سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور جھبلا صاحب ہم سے ہمیشہ کے لئے روٹھ گئے!!

اٹھائی گیروں کی دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو کسی مشہور اور نامور ادیب کی وفات پر اپنی عظمت کی عمارت کھڑی کرتے ہیں، چونکہ ان کو جواب دینے کا ڈر نہیں ہوتا اس واسطے جو ان کے جی میں آتا ہے، لکھتے ہیں اور بے دھڑک لکھتے ہیں ان کی تحریر کچھ اس قسم کی ہوتی ہے۔ "مجھے اچھی طرح سے یاد ہے جب علامہ کے والد کراچی سے تبدیل ہو کر راولپنڈی آئے تو اس وقت علامہ بہت چھوٹے تھے۔ میں بھی ان دنوں کافی چھوٹا تھا۔ اور پہلی جماعت میں پڑھتا تھا۔ راولپنڈی آتے ہی علامہ کے والد نے علامہ کو سکول میں داخل کرا دیا۔ اسے اتفاق کہئے یا حسن اتفاق علامہ جماعت میں داخل ہوتے ہی میرے پاس آ بیٹھے۔ علامہ بہت نرم دل کے مالک تھے۔ اس کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ ہمارے استاد کو وہ بدقسمتی سے رنگ کالا تھا۔ اور لڑکے ان کو گاڑی نمبر ۵ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ جب علامہ نے دیکھا تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ استاد نے ان کی ذہانت کو دیکھ کر فوراً دوسری جماعت میں داخل کرا دیا۔ اور اس طرح سے میں علامہ کی رفاقت سے محروم ہو گیا۔ پرائمری کے بعد علامہ کے والد کا تبادلہ پھر کراچی ہو گیا۔ اور تقسیم ہند کے کچھ عرصہ بعد علامہ پھر پنڈی آ گئے۔ لیکن اس عرصہ میں علامہ کی قابلیت کا ایک زمانہ معترف ہو چکا تھا۔ اسی دوران علامہ صاحب سے گاہے گاہے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ علامہ اکثر مجھے اپنا کلام سناتے اور کئی افسانے ڈرامے غزلیں اور نظمیں بھول جاتے تھے جو ہم اس مضمون کے ساتھ برائے اشاعت کے لئے بھجوا رہے ہیں۔"

اس کے علاوہ اٹھائی گیرا ادیبوں کی ایک اور قسم بھی ہے اور وہ ہے جعلسازی کا سلسلہ۔ مثال کے طور پر دو ادیب ہیں، دونوں کے نام بچے خان ہیں۔ ان میں سے ایک بچے خان واقعی صحیح معنوں کا ادیب تخلیق کرتا ہے، جب کہ دوسرا بچے خان نقل بچے خان اصلی بچے خان کے افسانوں، ڈراموں کو اپنے نام سے منسوب کر کے ڈینگیں مارتا پھرتا ہے اس کے دوست حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو تو

خط لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ یہ راتوں رات کس طرح اتنا بڑا ادیب بن گیا۔ اس کے برعکس اصلی بچے خان کے دوست جب نقلی بچے خان کا کوئی افسانہ یا نظم پڑھتے ہیں تو اپنا سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور اس سے جا کر شکایت کرتے ہیں کہ بھائی بچے خان یہ تم نے کیا لوٹ پٹانگ شروع کر دیا ہے۔ اس پر بچے خان ان کو کہتا ہے کہ بھائی یہ افسانہ میرا نہیں بلکہ یہ کوئی اور بچے خان ہے جو اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے اور مجھے بدنام کرتا ہے لیکن اس جواب سے اصلی بچے خان کے دوستوں کی تسلی نہیں ہوتی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں بیوقوف بنا رہا ہے اور پھر وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اگر ایسا ہے۔ تو یہ اپنے نام کے ساتھ کوئی دم چھلا کیوں نہیں لگاتا۔ دوسرا کہتا ہے اجی یہ تو بس بہانہ ہے۔ دراصل اب بچے خان ختم ہو گیا ہے تیسرا کہتا ہے میرا خیال ہے اگر بچے خان موجود ہو تو اس کو کم لکھنا چاہیئے اور اگر بچے تو اس کو لکھنا ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔

اٹھائی گیرے کب سے وجود میں آئے؟ ان کی تحریک کب اور کس جگہ سے شروع ہوئی؟ اور ان کی تحریک کا بانی کون تھا؟ اس کے متعلق تاریخ بالکل خاموش ہے۔ اس معاملے میں ہم بھی یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن کافی ہچکچاہٹ کے بعد یہ عرض کریں گے کہ اس کا کچھ کچھ اتا پتا اکبر اعظم کے دور سے ملتے ہیں۔ اکبر کے نو رتنوں میں سے ایک ابوالفضل تھے۔ جن میں یہ صفت تھی جب وہ کوئی نظم یا غزل ایک دفعہ سن لیتے تو ان کو یاد ہو جاتی اسی طرح ان کے ایک بھائی تھے جب وہ کوئی چیز ۔۔۔ دو دفعہ سن لیتے تھے تو ان کو یاد ہو جاتی تھی اور ایک ان کا خادم تھا۔ جب وہ کوئی چیز تین مرتبہ سن لیتا تو وہ اس کو بھی یاد ہو جاتی تھی۔

کہتے ہیں جب کوئی شاعر دربار میں آ کر کوئی چیز کہی ہوئی غزل یا نظم یا قصیدہ پڑھتا اور بادشاہ سلامت اس کو انعام دینے کی خواہش کرتے تو ابوالفضل جھٹ بول اٹھتا کہ بادشاہ سلامت یہ نظم تو میری ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو میں سنا سکتا ہوں اور پھر وہ نظم سنا دیتا۔ اس طرح نظم دو دفعہ دہرائی جاتی۔ اس کے بعد وہ بادشاہ سلامت کی خدمت میں یوں گویا ہوتا۔ حضور اگر آپ حکم دیں تو میرا بھائی بھی آپ کو یہ نظم سنا سکتا ہے اس کے بعد اس کا بھائی وہ نظم سنا دیتا ہے اسی طرح یہ نظم جب تین مرتبہ دہرائی جاتی اور ان کے خادم کو بھی یاد ہو جاتی تو وہ فوراً بول اٹھتا کہ بادشاہ سلامت یہ ٹھیک کہتے ہیں یہ نظم ابوالفضل کی ہے اور پھر وہ بھی نظم سنا دیتا اور اس طرح شاعر بے چارہ اٹھائی گیروں کے رحم و کرم پر رہ جاتا اور اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا۔ لیکن ایک دن خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ وہاں پر اللہ کا شیر آ گیا۔ جب وہ بوڑھا شاعر اپنی نظم سنا چکا تو ابوالفضل نے اپنا چکر چلا دیا۔ اور جب ابوالفضل کے نوکر نے بھی نظم سنا دی تو وہ شاعر کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت میں نے پوری نظم پڑھی ہی نہیں۔ میں نے تو آدھی نظم پڑھی ہے آپ براہ کرم ابوالفضل سے کہیں کہ وہ بقیہ نظم بھی سنا دیں۔ ابوالفضل لاجواب ہو گیا۔ اور اس طرح ان کی چوری پکڑی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اٹھائی گیرے شکل و صورت سے چاہے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں۔ لیکن "ادبی چوری" کے معاملے میں سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی کوئی اس قسم کے طریقے جاری کریں، جن سے اٹھائی گیروں کی تحریک اپنی موت آپ مر جائے مثلاً اگر کوئی اٹھائی گیرا پکڑا جائے اور اس کا جرم ثابت ہو جائے۔ تو اس کو کم از کم تین سال کے لئے بلیک لسٹ کر دیا جائے اور دو سال کے بعد اس سے "نیک چلنی" کی ضمانت لی جائے علاوہ اس کو بحال کر دیا جائے۔

آخر میں ہم اٹھائی گیروں کی ایک اور قسم کا ذکر ضرور کرنا چاہتے ہیں۔ یا کم از کم ہم ان کو اٹھائی گیرا ہی سمجھتے ہیں۔ جو دوسروں پر کیچڑ اچھال کر اپنی عظمت کا لوہا منوانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم ان کا ذکر نہیں کریں گے لیکن ہم ان پر کیچڑ اچھال کر اپنی عظمت کا لوہا نہیں منوانا چاہتے علاوہ ازیں اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔ لیکن۔ پیارے قارئین پردہ نشینوں کے نام پر آپ کے کان کیوں کھڑے ہو گئے۔ یہ تو ہم نے اپنے مضمون میں محض "رنگینی" پیدا کرنے کے لئے لکھا ہے ورنہ آپ جانتے ہیں، پردہ نشین تو کیا ہم کسی جائے نشین یا گوشہ نشین کو بھی نہیں جانتے؟

سلطان انڈیپنڈنٹ بنگلوز۔ فیز ۱ کی کامیاب تکمیل کے بعد۔۔۔

اب آپ کے جانے پہچانے ادارے

کوئیک کنسٹرکشن کمپنی لمیٹڈ کا ایک اور منصوبہ!

120 گز کے بنگلوں کا منفرد اور مثالی منصوبہ

سلطان انڈیپنڈنٹ بنگلوز فیز-۲

متصل جاوداں سیمنٹ مین منگھوپیر روڈ کراچی۔

بنگلے کی بکنگ صرف 15 ہزار روپے میں!

بقیہ رقم 15 ہزار کی 6 سہ ماہی یا 5 ہزار کی 18 ماہانہ اقساط میں، کل قیمت /1,65,000 جس میں /60,000 ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ بھی شامل ہے

یکمشت ادائیگی پر 15 ہزار کی خصوصی رعایت

بکنگ تیزی سے جاری ہے۔

بیرون ملک مقیم پاکستانی حضرات اپنا بنگلہ بک کرانے کیلئے 15 ہزار پاکستانی روپے کا بینک ڈرافٹ KWICK KONSTRUCTION KOMPANY LTD. اکاؤنٹ نمبر 1340 حبیب بینک لمیٹڈ بہادرآباد برانچ کراچی کے نام ہمارے دفتر کے پتے پر بھیج دیں۔ بنگلہ بک کرنے کے بعد رسید ان کے پتے پر روانہ کر دی جائے گی۔

نام بھی منظور ★ کام بھی منظور

کوئیک کنسٹرکشن کمپنی لمیٹڈ

kwick konstruction kompany limited

Bahadurabad Chowrangi Phones: 411521-419063

اردو کے توپچی

تحریر: سلمان بٹ

ڈاکٹر سید عبداللہ

ڈاکٹر صاحب آج کل بھی اردو ادبی زندگی میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اصولاً انہیں ریٹائرڈ زندگی بسر کرنی چاہیے تھی لیکن وہ ریٹائر ہونے کے قائل نہیں ہیں چنانچہ اردو [illegible] کا انداز اب بھی بہت معتبر ہے اور وہ اردو کے لئے [illegible] بھی آج بھی اسی طرح معروف ہیں جیسے پہلے تھے۔ ڈاکٹر صاحب اورینٹل کالج میں اُستاد مقرر ہونے سے پہلے لائبریرین رہے۔ اس دوران انہیں ہر قسم کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ مشہور ہے کہ انہوں نے ساری کی ساری لائبریری چاٹ کر ڈالی تھی۔ چنانچہ وہ جو مضامین لکھتے ہیں وہ علمیت کے بوجھ سے اتنے بھاری ہوتے ہیں کہ گدھے کی کمر بھی توڑ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو تین چیزوں سے عشق ہے میر، اقبال اور اردو۔ وہ اپنے طالب علموں سے اکثر کہا کرتے تھے، 'بھائی میرا میں تو میراثی ہوں' میراثی۔ اسی طرح وہ ہشیار اقبالی ہونے کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔ اردو زبان کے لئے انہوں نے بڑی کٹھن لڑائیاں لڑی ہیں۔ اردو کے حق میں انہوں نے اتنے جلوس نکالے ہیں کہ خود اردو زبان کا جلوس نکل گیا۔ اسی اردو کی بدولت انہوں نے پوری بستی "اردو نگر" کے نام سے آباد کر ڈالی جس میں ان کی شاندار کوٹھیاں ہیں جن میں ہر وقت اردو ادب کی ترویج و اشاعت کا کام ہوتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اوائل جوانی ہی سے ثقل سماعت کے مرض کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ اونچا سنتے ہیں۔ لیکن بات مطلب کی ہو تو نیچا بھی سن لیتے ہیں۔ جس بات کو نہ سننا چاہیں اسے آلہ سماعت کی مدد سے بھی نہیں سنتے۔

وہ گزشتہ کئی سال سے یونیورسٹی میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی ترتیب و اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ چند ایک جلدیں نکال بھی چکے ہیں لیکن کام چونکہ نہایت احتیاط کا ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب اس رفتار پر چل رہے ہیں جو کچھوے کو خرگوش سے مقابلے میں حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب جس انداز سے یہ انسائیکلوپیڈیا مرتب کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی اس کام کی تکمیل میں کئی نسلیں درکار ہوں گی۔ جناب مرزا ہادی علی بیگ واثق مالپوری کی وفات نے اس کام کو اور بھی مشکل بنا دیا ہے کیونکہ مرزا صاحب ہی انسائیکلوپیڈیا کی زبان کی تصحیح کرتے تھے۔ بظاہر وہ محض پروف ریڈر تھے لیکن بباطن سارا کام انہی سے متعلق ہوتا تھا۔ اب ڈاکٹر صاحب کسی ایسے ہی پڑھے لکھے جاہل شخص کی تلاش میں ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بطور نقاد اردو ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کا انداز بیان عالمانہ سمجھا ہوا اور حوالوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے مضامین پڑھ کر انسان ان کی بالغ نظری اور وسیع مطالعے کا قائل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے تنقید کے میدان میں کوئی اجتہادی نظریات تو پیش نہیں کئے تاہم انہوں نے ادب کی افہام و تفہیم کا کام بہت آسان کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اب زندگی کے آخری حصے میں ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں لمبی زندگی اور صحت عطا فرمائے تاکہ ابھی تک جو اردو کے اور خود ان کے کام رکے پڑے ہیں' وہ بطریق احسن انجام پا جائیں۔ (آمین)

ڈاکٹر عبادت بریلوی

بریلی کے رہنے والے ہیں۔ اُلٹے بانسوں سے گھبرا کر پاکستان چلے آئے۔ گھنگھریالے بال' لمبا قد (زیادہ لمبا بھی نہیں) رنگ گندمی اور بچپن کے درمیان' خالص اہل زبان کے لہجے میں گفتگو کرتے ہیں۔ فن تنقید کے 'ماہرین' میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک ہی بات کو پچاس مختلف طریقوں سے ادا کرنے کے حیرت انگیز فن کے ماہر ہیں۔ چنانچہ ان کے مضامین کی ٹھیری کرنے میں طالب علم بہت سہولت محسوس کرتے ہیں۔ ایک طالب علم نے "جدید اردو شاعری" جیسی اُن کی ضخیم کتاب کا خلاصہ صرف بارہ صفحات میں کر دیا تھا۔ ان کی دوسری کتابوں کے بھی خلاصے ہو رہے ہیں۔

اورینٹل کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے اور اب نسبتاً خاموش زندگی گزار رہے ہیں۔ کالج کی ملازمت کے دوران ڈاکٹر وحید قریشی سے

اگر ان کا [illegible] کے دوران قریشی صاحب [illegible] اور [illegible] وہ اللہ کو پیارے ہو جاتے [illegible] حاضرین میں سے [illegible] قریشی صاحب کو [illegible] بعد میں دونوں حضرات کو چند دن ہسپتال میں گزارنے پڑے [illegible] ان کی نوک جھونک جاری رہی۔ [illegible] ہسپتال کا عملہ تنگ پڑ گیا اور انہیں زبردستی ڈسچارج کیا گیا۔

عبادت صاحب ادبی حلقوں میں اس قدر اکثر صورت میں جانے جاتے ہیں کہ انہیں بطور صدر مدعو کیا جائے۔ تعارفی تقاریب میں بھی عموماً صدر کی حیثیت سے بلائے جاتے ہیں۔ بار لوگوں نے انہیں "ریزرو صدر" کی حیثیت سے رکھا ہوا ہے۔ جہاں کوئی اور صدر دستیاب نہ ہو جھٹ عبادت صاحب کو بلا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اب صدارت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا ہے (دائیں ہاتھ سے اور بہت کچھ کرتے ہیں)

ڈاکٹر صاحب کسی زمانے میں ترقی پسند کہلاتے تھے لیکن وہ غالباً ان کی ذہنی نابختگی کا دور تھا شعور پختہ ہونے پر انہوں نے ترقی پسندی کی کمر پر لات مار دی۔ گویا ترقی پسندی کی کمر عام مال کی قبر تھی۔

ڈاکٹر صاحب ایک پرسکون گھریلو زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پسند کی شادی جتنی راس آئی ہے کاش سجاد باقر رضوی کو بھی اتنی ہی راس آتی۔ بہرحال ہم اُن کی پرسکون زندگی پر رشک کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ڈاکٹر وحید قریشی

پچاس پچپن سال عمر' جسم فربہ' چہرے پر ایک معصومانہ مسکراہٹ' گفتگو علمی اصطلاحات سے پاک جس میں لطیفے سے مزاح کی آمیزش ہوتی ہے' افسرانہ شان و شوکت کے عادی' پنجاب کے دیہات کا نمائندہ رنگ ڈھنگ' بے تکلف اور رواں دواں لہجہ یہ ہیں ڈاکٹر وحید قریشی۔

ڈاکٹر وحید قریشی کو دیکھتے ہی احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک فرد نہیں ہیں بلکہ پوری انجمن ہیں۔ (انجمن کو کہیں کاتب انجمن نہ لکھ دے ہم ڈاکٹر صاحب سے پہلے ہی معذرت کر لیتے ہیں) غور فرمائیے کہ انجمن میں اکثر ہوتا کیا ہے۔ کئی شعبے' کئی جھگڑے' کئی پروگرام' کئی باتیں۔ ڈاکٹر صاحب کو آپ اورینٹل کالج میں جا کر ملئے۔ آپ کو فوراً ہی ان سب باتوں کا احساس ہونے لگے گا۔

ڈاکٹر صاحب کسی زمانے میں جب رستم سائیکل پر سوار کالج آیا کرتے تھے تو رستم سائیکل بہت بکتی تھی۔ جوں ہی ڈاکٹر صاحب نے سائیکل چھوڑ کر سکوٹر خریدا رستم سائیکل کمپنی کو خسارہ ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ کمپنی نے فوراً ہی کئی بڑے بڑے سائن بورڈ سڑکوں پر لگا دیئے جن پر ایک ہاتھی کو سائیکل کی سواری کرتے دکھایا گیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب ادبی حلقوں سے گریز کرنے کے باوجود عید ملن پارٹی میں ضرور پہنچ جاتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ یہ پارٹی سال میں صرف ایک بار ہوتی ہے اس پارٹی میں لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ معانقے پر ہی بات ٹل جائے لیکن ڈاکٹر صاحب بھی پکی گولیاں نہیں کھیلے۔ وہ جوش محبت میں آگے بڑھ کر دوسروں کو گلے ملنے کے لئے قابو کر لیتے ہیں۔ سنا ہے ایک بار مشکور حسین یاد کے بازو اکھڑ گئے تب سے مشکور حسین یاد کسی عید ملن پارٹی میں

ڈاکٹر وزیر آغا

نہیں دیکھے گئے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے ڈر میں کھڑے سال لگے رہے۔ ایک عرصے کے حبس کا شکار رہے۔ شہباز ملک بھی ان کی گود میں سہمے بیٹھے رہے لیکن اب ڈاکٹر وحید قریشی کھلی فضا میں سانس لیتے ہیں اور شہباز ملک کے بھی پر پرزے نکل آئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بنیادی طور پر محقق ہیں۔ لیکن تنقید اور شعر و شاعری میں بھی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی بڑی اچھی عادت یہ ہے کہ وہ کسی کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنے سے پیشتر اسے ضرور پڑھ لیتے ہیں۔ خدا کرے باقی نقاد بھی ایسا ہی کریں۔

ڈاکٹر صاحب تقریباً پچیس کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ یہ کتابیں اردو اور پنجابی دونوں میں ہیں۔ انہوں نے بے شمار کتابوں کے "فلیپ" لکھے ہیں۔ یوں تو اس میدان کے مرد اور بھی ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب فلیپ لکھنے سے پہلے کتاب بھی پڑھتے ہیں جبکہ دوسرے فلیپ نگاروں کے نزدیک یہ قطعاً غیر ضروری ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا

لمبا قد' پتلا جسم' سر پر پی کیپ' دیکھنے میں چیئرمین ماؤ کے پیروکار لگتے ہیں حالانکہ دراصل سچے مسلمان ہیں۔ ہاتھ میں سفری بیگ' ڈاکٹر وزیر آغا لاہور والوں کے لئے ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ رہائش سرگودھا میں ہے لیکن عموماً لاہور میں پائے جاتے ہیں۔ لاہور کے ادیب' شاعر حضرات کے ساتھ اکثر و بیشتر کسی اعلیٰ ریسٹوران میں نظر آتے ہیں۔ بل ہمیشہ خود ادا کرتے ہیں۔ ان کا نمک کھانے والے بعد میں عموماً نمک حرام ثابت ہوتے ہیں۔

جدید اردو ادب میں دبستان سرگودھا کے بانی ڈاکٹر وزیر آغا نے "اردو شاعری کا مزاج" جیسی کتاب لکھ کر بہت شہرت حاصل کی۔ جدید تنقید میں یہ کتاب اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو ادب میں کئی حصوں سے اپنا سکہ منوایا ہے۔ وہ شاعر' نقاد' انشائیہ نگار' مزاح نگار ہونے کے ساتھ اعلیٰ ذوق رکھنے والے مدیر بھی ہیں۔ ان کی تخلیقات کا بنیادی آہنگ کلاسیکی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا مزاج جدید ہے۔ انہوں نے اپنی تنقید کے ذریعے اردو ادب کو نئی وسعتوں سے

ڈاکٹر وحید قریشی

روشناس کیا ہے۔ آغاز میں مولانا صلاح الدین احمد کے رسالہ "ادبی دنیا" کے شریک مدیر بھی رہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تنقید کا پرخلوص اردو مؤثر لہجہ' نیز ان کا حسن ارادت مولانا ہی کی عطا ہے۔ "اردو ادب میں طنز و مزاح" ان کی ایک اور معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ حال ہی میں ڈاکٹر صاحب کی طویل نظم "آدھی صدی کے بعد" کتابی شکل میں آئی ہے۔

وہ نہایت دھیمے لیکن منطقی لہجے میں گفتگو کرتے ہیں۔ اپنے دشمنوں کے بارے میں انتقامی رویہ نہیں رکھتے۔ مخالف گروہ کی جھنجھلاہٹیں بڑے دل گردے سے برداشت کرتے ہیں اور ہر بات کا دلیل سے جواب دیتے ہیں۔ ان کی شرافت کے قائل ان کے دشمن بھی ہیں۔

پیشہ کے اعتبار سے زمیندار ہیں۔ اس لئے ادب میں "وادیرے" کے سخت خلاف ہیں۔ کمرشل ادب یعنی وڈیرے سوختوں سے الرجک ہیں۔

صنف نازک کے حق میں بہت جلد دستبردار ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا کمال یہ ہے کہ کوئی بھی خاتون ان کے نام سے منسوب نہیں کی جاتی۔ جیسے پروین شاکر کا نام لیتے ہی ذہن میں فوراً احمد ندیم قاسمی کا نام آتا ہے اور اظہر جاوید کے ساتھ عذرا اصغر کا۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال آتے ہی ڈاکٹر انور سدید' غلام جیلانی اصغر' مشتاق قمر' جمیل آذر اور ان کے برخوردار سلیم آغا قزلباش ذہن میں آ جاتے ہیں۔ مخالفین کے طور پر مشکور حسین یاد اور ڈاکٹر سلیم اختر کے چہرے دھیان میں اُبھرتے ہیں۔ مشکور حسین یاد انہیں انشائیہ نگار تسلیم نہیں کرتا اور ڈاکٹر سلیم اختر ان کی تنقید پر تنقید کرتا ہے۔ ویسے آپس کی بات ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ڈاکٹر سلیم اختر ڈاکٹر صاحب کا مداح تھا۔ ذاتی اختلافات الجھ کر ادبی اختلافات بن گئے۔ لیکن یہ تو محض ایک پردہ ہے۔ اصل بات ذاتیات ہی کی ہے۔

- لکڑیاں الگ الگ جلاؤ تو دھواں دیتی ہیں اکٹھی جلاؤ تو روشنی پیدا کرتی ہیں۔
- دیوار کا ہر ایک پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔
- دوسروں کے ساتھ زیادہ نیک سلوک وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو خود زیادہ مصیبتوں میں مبتلا رہ چکا ہو۔

ڈاکٹر سید عبداللہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی

ڈاکٹر وحید قریشی

ڈاکٹر وزیر آغا

غزل

دشت و دریا سے گزرنا ہو کہ گھر میں رہنا
اب تو ہر حال میں ہے ہم کو سفر میں رہنا

شہر غم دیکھ تری آب و ہوا خشک نہ ہو
اس کو محبوب ہوا دیدہ تر میں رہنا

فیصلے سارے اسی کے ہیں ہماری بابت
اختیار اپنا بس اتنا کہ خبر میں رہنا

کوئی خاطر نہ مدارات نہ تقریب وصال
ہم تو بس چاہتے ہیں اس کی نظر میں رہنا

رات بھر چاند میں دیکھا کروں اس کی صورت
صبح کو اور ہی سودا مرے سر میں رہنا

میں تو ہر چہرے میں اب تک وہی چہرہ دیکھوں
اس کو ہر لمحہ تماشائے دگر میں رہنا

ٹوٹنا یوں تو مقدر ہے مگر کچھ لمحے
پھول کی طرح میسر ہو شجر میں رہنا

ہر ملاقات کے بعد اجنبیت اور بڑھی
اس کو آئینے ہمیں زعم ہنر میں رہنا

طائر جاں کے گزرنے سے بڑا سانحہ ہے
شوق پرواز کا ٹوٹے ہوئے پر میں رہنا

پروین شاکر

M & J TRAVEL
1240 BAY ST., TORONTO, ONTARIO, CANADA M5R 2A7 TEL. (416) 960-8348 – 960-8475

بتایا صحیح مارشل لاء

صفحہ اول سے آگے

بارے میں ایسی سفارشات اور تجاویز پیش کرتے جن سے آج کی دنیا میں اسلامی مملکت کی ضرورتیں اور تقاضے پورے ہو سکیں؟ انہوں نے کہا کہ جب تک نظام حکومت کو اسلامی نہیں بنایا جائے گا۔ اسلامی قدروں کا نفاذ نہیں کیا جا سکتا۔ گویا اس امر کا اعتراف کر لیا گیا ہے کہ اس وقت تک جو اسلامی اقدار نافذ کی گئی ہیں وہ گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنے کے مترادف تھیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نہ اسلامی تعزیرات کا نفاذ پوری طرح مؤثر رہا ہے اور نہ زکوٰۃ اور عشر کے ۸۲ کروڑ روپے کی خطیر رقم کی تقسیم سے بھوک اور غربت دور ہو سکی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کا مرحلہ وار کام اب شروع ہوا چاہتا ہے۔ اب تک جو کچھ کیا جا چکا ہے وہ تجرباتی دور تھا۔ دراصل ان چار سالوں میں جولائی ۱۹۷۷ء سے اپریل ۱۹۷۹ء تک کا ۲۲ ماہ کا عرصہ مارشل لاء کی غیر یقینی صورت حال کی نذر ہو گیا۔ بھٹو کے مقدمے کے دوران اس کی رہائی اور ایک دم پانسہ پلٹ جانے کے امکانات اس تمام عرصہ میں قدم قدم پر موجود رہے۔ کیونکہ صدر مملکت عدالت کے فیصلوں کے احترام کا بہرحال فیصلہ کر چکے تھے۔ اس تمام عرصہ میں ہمیں ان کی تقریروں میں بار بار انتخابات کرائے جانے اور اقتدار موزوں قیادت کو لوٹا دینے کے بیانات ملتے ہیں۔ انہوں نے اس تمام عرصہ میں سیاست دانوں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی کوشش کی۔ حکومت میں مشیر مقرر کئے۔ وزیر بنائے۔ حتیٰ کہ سیاستدانوں کو اقتدار میں شریک کر لیا۔ سیاست دانوں اور عوام کے اصرار پر احتساب کا عمل شروع کیا لیکن "ہر داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم" کے مصداق پوری نوکر شاہی اور سیاستدانوں کی کھیپ کی کھیپ کو کس طرح مجرموں کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا تھا۔ صدر صاحب کو اس عرصہ کے دوران انتخاب کرانے کے نتائج اچھی طرح معلوم تھے۔ اس لئے احتساب کو زیادہ ضروری سمجھتے ہوئے ان کے لئے انتخابات کے التواء کا جواز نکالا جاتا رہا۔ بھٹو کی موجودگی اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ اس دوران اگر انتخابات ہو جاتے تو آج ملک کا نقشہ مختلف ہوتا۔ لیکن بھٹو صاحب کی پھانسی کے بعد معلوم ہوا کہ اب حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو چکے ہیں اور جن مثبت نتائج کی توقع پر یہ ڈول ڈالا جانے والا ہے اس میں پانی نہیں ریت ہی نکلے گی۔ پاکستان کے گرد و پیش کے حالات انتہائی تیزی سے بدل رہے تھے۔ ان خارجی اور داخلی حالات کے ساتھ ہم قدم رہنا ہی ایک عظیم کام تھا۔ جبکہ ملک میں انتخابات اور اسلامی نظام کے فوری نفاذ کے مطالبات بھی زور پکڑ رہے ہوں۔ سیاست دان اب یہ سمجھ رہے تھے کہ میدان صاف ہے اور ان کی چاندی ہے۔ اس لئے جب ان سے صدر ضیاء نے ازراہ آزمائش کہا کہ وہ حکومت میں رہ کر انتخابات میں حصہ نہ لے سکیں گے۔ (کابینہ کی حلف وفاداری پر تقریر ۲۱/۴/۷۹) تو انہوں نے مستقبل اقتدار کی خاطر وزارتیں چھوڑ دیں۔ سیاست دان بار بار انتقال اقتدار اور انتخابات کے انعقاد پر زور دے رہے تھے کیونکہ صرف ووٹ کے ذریعے ہی حکومت کے لئے جواز حاصل کیا جا سکتا تھا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس کا توڑ یہ دریافت کیا کہ بلدیاتی انتخابات کی طرح ڈالی وہ ان انتخابات کے ہو جانے کے بعد کم از کم باہر کی حکومتیں یہ تو نہیں کہہ سکتیں کہ ملک میں جمہوریت کا وجود ہی نہیں۔ ان انتخابات پر حکومت کے اعراض سیاست دان اور بھی برافروختہ ہوئے کیونکہ یہ انتخابات ان کے ایوان حکومت میں پہنچنے کا ذریعہ نہ بن سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان کا بائیکاٹ کیا۔ اس عرصہ میں سیاست دانوں کو عملی سیاست سے دور رکھنے اور حکومت کے کاموں میں مداخلت سے باز رکھنے کے لئے سیاسی پارٹیوں کے ایکٹ میں ایسی ترامیم کر دی گئیں کہ کچھ پارٹیاں خود بخود میدان سے ہٹ گئیں۔ پارٹیاں رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے انتخابات کی نااہل ٹھہریں۔ اس طرح صحیح معنوں میں مارشل لاء ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو ایک دفعہ پھر نافذ کر دیا گیا۔ سیاسی پارٹیاں توڑ دی گئیں۔ سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ فنڈز ضبط کر لئے گئے۔ اور انتخابات کے معاملے کو ایک طویل عرصہ کے لئے طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا۔ اخبارات پر سنسر لگا دیا گیا۔ مخالف اخبارات بند کر دیئے گئے۔ حتیٰ کہ سیاست دانوں کی تصاویر کا چھاپنا تک ممنوع قرار دے دیا گیا۔ سیاست کی اصلاح کے سلسلے میں یہ ایک انتہائی اقدام تھا۔ ظاہر ہے کہ انتہائی اقدامات ترقی کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ انتہا سے آگے جایا ہی نہیں جا سکتا۔ اس لئے اس سے بھی مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکے۔ سیاسی سرگرمیاں زیر زمین شروع ہو گئیں۔ اس عرصہ میں وکلاء کے تین چار کنونشن تحریک بحالی جمہوریت کا قیام، پی آئی اے کے طیارے کا اغوا، ایک نیا آئین جس میں سابقہ آئین کی بیشتر دفعات معطل کر دی گئی تھیں۔ عدالتوں کے اختیارات پر قدغن، طلبہ اور اساتذہ کے لئے نیا یونیورسٹی آرڈیننس، مزدور جماعتوں پر ہڑتال نہ کر سکنے کی پابندی، سرکاری ملازمین کے لئے مارشل لاء کا ضابطہ وغیرہ ایسے اقدامات ہیں جو حکومت نے اصلاح احوال کے لئے کئے ان سب کا مقصد امن و امان کی فضا کو برقرار رکھنا تھا تاکہ اسلامی نظام کے نفاذ کا کام آسانی سے کیا جا سکے۔ لیکن اس بیس ماہ کے تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ داخلی حالات میں خاطر خواہ استحکام پیدا نہیں ہو سکا جس کا ثبوت وہ تمام پابندیاں ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کمزور سے کمزور حکومت بھی ایک شورید سر اقلیت سے نمٹنے کی صلاحیت کی حامل ہوتی ہے۔ وہ ایسے شوریدہ سر عناصر کا علاج اس طرح کرتی ہے کہ اسے سر عام آنے کا موقع دیتی ہے۔ ان کی کرتبا کاریاں بھی سے عوام کو آگاہ کرتی ہے۔ اور پھر اسے ختم کر دیتی ہے۔ موجودہ پابندیوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ملک کا کوئی طبقہ سوائے علماء کرام کے جن میں سے اکثر وفاداریاں حکومت کے ساتھ ہیں، بھی پابندیوں سے آزاد نہیں تو کیا پورے کا پورا ملک شرپسند ہے؟ یہ صحیح ہے کہ ہر طبقہ میں کچھ نہ کچھ ایسے لوگ ضرور موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا علاج صحیح الخیال لوگ خود بخود کر لیتے ہیں۔ ان کی درستگی کے لئے ڈنڈے کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ کتنی مایوسی کی بات ہے کہ حکومت وفاقی مشاورتی کونسل کی تشکیل کو بار بار ملتوی کر رہی ہے۔ شاید اسے مسلم لیگ اور جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی اور مسلم کانفرنس کے اتحاد کا انتظار تھا کہ اگر وہ حکومت سے تعاون کا فیصلہ کریں تو انہیں بھی مشاورتی کونسل میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن مسلم لیگ اور جمعیت علماء پاکستان نے اسلام آباد کے حالیہ اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ حکومت سے تعاون نہیں کریں گی۔ وہ الیس آف امریکہ اغراض کی وجہ کیا ہے؟ پاکستان کے گرد و پیش کے حالات اس قدر سنگین ہو چکے ہیں کہ اندرونی استحکام اور عوامی تائید کے بغیر ایک ایک لمحہ کٹھن ثابت ہو سکتا ہے۔ امریکہ سے اسلحہ کا حصول بھارت سے مزید چپقلش اور روس کی مزید ناراضگی کا سبب بن چکا ہے۔ اس لئے ان حالات میں عوام کی تائید از حد ضروری ہے۔ یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ عوام حکومت کے ساتھ ہیں لیکن حکومت کے اس دعوے کو کسی ACID TEST میں آزمایا نہیں گیا۔ ریگن حکومت نے برملا اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مجاہدین کو روسی اسلحہ سے مشابہ اسلحہ فراہم کر رہی ہے اور ریگن کی C.I.P اگرچہ حکومت پاکستان اس فراہمی کا ذریعہ نہیں بن رہی ہے اور اس الزام سے انکاری ہے۔ لیکن اگر روس اس الزام کو جواز بنا کر سرحدوں پر تادیبی کارروائی شروع کر دے تو کتنی مشکل پیش آئے گی۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ ملک کو اس وقت کسی نہ کسی طرح کے سیاسی نظام کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس امر کی بھی کہ کم از کم محب وطن اسلام پسند اور مخلص عوام کو اپنے جذبات کے اظہار کا کھلا موقع دیا جائے۔ موجودہ حالات اسلامی نظام کے نفاذ اور بیرونی خطرات کے مقابلے کے بیک وقت متحمل نہیں ہو سکتے۔ موجودہ حالات سے کم سنگین حالات میں مارشل لاء کے ذریعہ ایسا آج تک نہیں ہو سکا تو اب کیسے ممکن ہو گا۔ چار سال کا عرصہ اسی تگ و دو کی نذر ہو چکا ہے۔ اس وقت مرکز میں ایک مرکزی قومی حکومت کی سخت ضرورت ہے۔ سیاست دانوں کو اب یقیناً بدلے ہوئے حالات اور اپنی نئی ذمہ داریوں کا احساس ہو چکا ہے۔ اس وقت وطن کے ہر فرد کے تعاون کی حکومت کو ضرورت ہے بشرطیکہ انہیں اعتماد میں لیا جائے۔ عوام صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی بعض مجاہدانہ کاوشوں کے معترف ہیں اور انہیں اپنا قائد مانتے ہیں بالخصوص وہ یک سو ہو کر ملت میں اتحاد پیدا کرنے کی کوششوں کو اور تیز کر دیں۔ ایک موقع پر اکتوبر ۱۹۸۰ء میں انہوں نے پورے عالم اسلام کی قیادت سنبھالی تھی۔ آج بھارت اور روس کے خطرات کے علاوہ اسرائیل کا خطرہ بھی ملک کے دروازے پر ہے۔ ملک نے خود متحد ہو کر پورے عالم اسلام کو اس کے مقابلے پر ایک بنیان مرصوص کی طرح لا کھڑا کرنا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔ زندہ قومی ہے۔ ان حالات میں ملک میں سیاسی سرگرمیوں پر سے کہاں تک پابندی اٹھائی جا سکتی ہے۔ اور سنسر کی پابندیوں کو کہاں تک نرم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا صدر کی موسانہ فراست سے کچھ دور نہیں۔ خدا کرے اگلے چند ماہ وطن اسلام اور مجاہدین پاکستان کے لئے صحیح معنے میں مارشل لاء ثابت ہوں اور ان کی عقل ٹھکانے لگانے کے کام آئیں۔ مارشل لاء کے نفاذ کا اصلی مقصد بھی یہی تھا یعنی لادینی طاقتوں کی پسپائی اور اسلام کا نفاذ۔

صدر محترم نے اپنی حالیہ تقریر میں عوام کے تعاون کی اہمیت اور اس کی اشد ضرورت کا ذکر کیا ہے۔ کیا ان پابندیوں کے ہوتے ہوئے بھی یہ تعاون بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ مارشل لاء اور تادیبی کارروائیاں صرف کج رو طبقوں کے لئے ہونی چاہئیں۔ لیکن موجودہ پابندیاں تو سب پر حاوی ہیں۔ حکومت شرپسند عناصر کو اگر بغیر قانون کے بھی سزا دے دے تو بھی کوئی برا نہیں منائے گا۔ اس لئے حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ پبلک کے تعاون کی راہیں اختیار کی جائیں۔ یہ راہیں خود حکومت پر بھی روشن ہیں۔

جن مثبت نتائج کی توقع پر کنوئیں میں ڈول ڈالا گیا وہ پوری نہ ہو سکیں اور پانی کی بجائے ریت سے بھرا ڈول باہر آیا

ہم کسی مذہب یا قوم کے آپ یا آپ کے بچوں کیلئے مناسب رشتے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

ابھی بھی ہمارے پاس بے شمار لڑکے لڑکیوں کا رشتہ موجود ہے۔

پورے اعتماد کے ساتھ خط و کتابت کیجئے۔

DILKUSHA
MARRIAGE BUREAU
SERVICE TO PAKISTANI & INDIAN COMMUNITY
195 st. andrews dr. hamilton, ont. L8K 5K2

خوشی یہی ہے ہماری کہ مطمئن ہوں آپ

BEEF

Fresh Spring Lamb

Grade A Chickens

ھاؤس آف حلال میٹ

HOUSE OF HALAL MEAT

863 Danforth Avenue
Toronto, Ontario

Please Call ISMAIL At 461 2839

21 OCT, 1981

THE MESSENGER

FORTNIGHTLY NEWSPAPER

پیغامبر

P.O. Box 2114, Station B, Scarborough, Ont. Canada M1N 2E5

Editor & Publisher SOHAIL AKHTAR

Tel. (416) 267 8006

VOL: 5

NO. 20

آپ کی بچت ——— ہماری تجارت ہے
آپ کا اطمینان ——— ہماری کامیابی ہے

INDIAN GROCERIES AND SPICES

1975 LAWRENCE AVE. EAST
SCARBOROUGH, ONTARIO. CANADA.
(416) 752-7157

724 WILSON AVENUE
DOWNSVIEW, ONTARIO. CANADA
(416) 630-4336

HEAD OFFICE
4807 WAST NORTH AVENUE
MILWAUKEE, WISCONSIN 53208
USA (414) 871-2070

WHOLESALE RETAIL MAILORDER

ASK US FOR THE WORLD.

M & J TRAVEL

1240 BAY ST., TORONTO, ONTARIO, CANADA M5R 2A7
TEL. (416) 960-8348 - 960-8475

ظہیر موودی یا محمد جاوید پال سے آج ہی رابطہ قائم کیجئے

فون نمبر 960-8348

960-8475